رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اشرف سلیم

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی
فیصل آباد

تا کجا لہروں پہ ناچے گا حباب زندگی
موت ہے ہاں موت ہے تعبیر خواب زندگی
مغنی! کچھ خبر بھی ہے تجھے اس بات کی
اک پل میں ٹوٹ جاتا ہے رباب زندگی

عصر رواں میں جن علمائے اہلحدیث کا علمی میدان میں شہرہ اور طبقہ علماء وعوام میں انہیں قدر و منزلت حاصل تھی ان میں علامہ ابوالکلیم محمد اشرف سلیم کا نام نامی اسم گرامی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ وہ عظیم المرتبت عالم دین بلند آہنگ خطیب، صاحب طرز ادیب ومصنف، بلند پایہ محقق اور حاضر جواب مناظر تھے انہوں نے کم وبیش چالیس سال سے زائد عرصہ دعوت دین پھیلانے میں صرف کیا۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی، سنت رسول ﷺ کے احیاء اور مسلک اہلحدیث کے وہ عظیم مبلغ تھے انہوں نے اپنی خدمات گوناگوں کے باعث جماعت اہلحدیث میں بلند مقام حاصل کرلیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ہرجگہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ان کی اسلامی و دینی اور جماعتی خدمات کا دائرہ دور تک پھیلا ہوا ہے اس کے باوصف انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک، مشفق و مہربان انسان تھے۔ میرے وہ نہایت مخلص بزرگ دوست تھے ان سے شناسائی 23 سال پہلے ہوئی تھی۔ 1978 میں ہم فیصل آباد کے نواحی علاقے سے ترک سکونت کرکے شہر میں آئے اور سمن آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ نثار کالونی میں مسجد اہلحدیث کے قریب میرے ماموں رہائش پذیر ہیں۔ 1979 میں گرمیوں کا موسم تھا کہ میرے ماموں زاد مجھے جلسہ سنانے کیلئے سمن آباد سے اپنے ہاں لے کر آئے۔ رات کو جب ہم جلسہ سننے کیلئے مسجد گئے تو کثیر تعداد میں لوگ دور دور سے آئے تھے مسجد کے علاوہ بازار اور مسجد کے برآمدوں کی چھتیں بھی سامعین سے بھری ہوئی تھیں۔ اسی موقع پر میں نے مولانا محمد اشرف سلیم کو پہلی بار دیکھا اوران کی تقریر سنی، بارعب چہرہ، چوڑی پیشانی، موٹی موٹی آنکھوں میں ذہانت کی چمک، سیاہ اور گھنی پوری داڑھی، باریک کتری ہوئی مونچھیں، کانوں کی لوتک سر کے بال، مناسب ڈیل ڈول، پورا قد شلوار قمیص میں ملبوس، یہ تھا ان کا سراپا۔ وہ پورے جوش و جذبے سے تقریر کررہے تھے میں ان کے انداز خطابت سے از حد متاثر ہوا۔ اسی جلسے میں میں نے پہلی بار مناظر اسلام حضرت ابوالکلام مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا اوران کی تقریر سنی تھی۔ کچھ عرصے بعد ہماری رہائش سمن سے نثار کالونی میں آگئی لیکن ہمارا گھر محمدی مسجد سے بہت دور تھا اس کے باوجود میں مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرتا۔ بالخصوص جمعہ کے روز تو خطبہ شروع ہونے سے بہت پہلے مسجد میں آجاتا اور پورے انہماک اور توجہ سے علامہ اشرف سلیم مرحوم کے مواعظ عالیہ سے مستفید ہونے کی کوشش کرتا۔ اگرچہ اس وقت میری عمر ۱۱ سال کے قریب ہوگی۔ کچھ باتیں سمجھ میں آتیں اور کچھ نہ آتیں۔ مولانا مرحوم دو سال کے قریب محمدی مسجد نثار کالونی میں خطیب رہے پھر وہ کہیں دوسری جگہ چلے گئے۔ ان کے تبحر علمی کا تاثر جو دل میں گھر کرگیا تھا وہ ان کے چلے جانے کے بعد بھی قائم رہا اوران کی علمی استعداد اور مسلکی حمیت کو خانہ ذہن میں ہمیشہ محفوظ رکھا۔ 1988 تک ان سے عقیدت ومحبت کا سلسلہ یکطرفہ تھا اب ان سے میل ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تو ان سے نہایت مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے جو کہ ان کی وفات تک قائم رہے وہ جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے مجھے ملاقات کا شرف ضرور بخشتے۔

محمدی مسجد نثار کالونی میں ان سے گھنٹوں مجلس رہتی۔ وہ میری تحریری کاوشوں سے خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ نہایت خوش طبع، بذلہ سنج اور باغ و بہار طبیعت کے عالم دین تھے، عبوست و یبوست ان میں نام کو نہ تھی۔ بڑی پیاری گفتگو کرتے اور عذوبت لسان سے دل موہ لیتے۔ سلسلہ کلام منقطع نہ ہونے دیتے اور عام طور پر لمبی گفتگو کرتے

دوران گفتگو مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اور دیگر علماء کے واقعات سنا کر مجلس کو گرماتے اور سامعین کو محظوظ کرتے۔ سینکڑوں آیات قرانی اور احادیث انہیں ازبر تھیں جس موضوع پر بھی زبان کو حرکت دیتے دلائل کا انبار لگا دیتے۔ مناظرانہ اسلوب میں بات کرنے کا ان کا اپنا ہی ایک انداز تھا۔ مسلکی حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مسلک اہلحدیث کے بارے میں انتہائی نازک خیال تھے۔ مخالفین نے جب بھی کوئی بات کی تو وہ مناظرے اور مباحثے کیلئے تیار ہو جاتے اور جب تک مخالف کو گفتگو میں زیر نہ کر لیتے چین سے نہ بیٹھتے۔ سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دینی تعلیم و تربیت خاص دلچسپی سے کی تھی اور انہیں مناظرانہ اصول وضوابط اور ''گر'' بڑی محنتوں سے سکھائے تھے۔ آپ صحیح معنوں میں حافظ روپڑیؒ کے جانشین ثابت ہوئے تھے۔ حافظ روپڑی ان کی صلاحیتوں سے آگاہ تھے اور ان سے بڑے خوش ہوتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ ایک مناظرہ کے موقع پر جو کہ مشہور رضا خانی مولوی صوفی اللہ دتہ وسن پورہ کے ساتھ تھا نہ صرف یہ کہ مولانا اشرف سلیم کو اپنا نمائندہ مقرر کیا بلکہ تحریری طور پر یہ بھی لکھ کر دیا کہ مولانا اشرف سلیم کی فتح وشکست حافظ عبدالقادر کی فتح وشکست ہوگی۔

مولانا سلیم مرحوم اسلام کی محبت اور مسلک کی اشاعت کا سچا جذبہ رکھتے تھے، اسمیں وہ نہایت مخلص تھے۔ انہیں کوئی خط لکھ کر مسائل پوچھتا تو وہ فوری جواب لکھتے تھے اور بالمشافہ ملاقات کرنے والوں کے سوالات کے جواب بھی فورا دیتے۔ دینی علوم وفنون میں انہیں دست گاہ حاصل تھی۔ راسخ فی العلوم تھے، مخالف کے دلائل کو چٹکیوں میں اڑا دیتے۔ وہ اپنے مشن میں سرگرم اور موقف میں مضبوط تھے ان کا زندگی بھر ایک ہی مشن رہا اسلام کی اشاعت، توحید و سنت کی کا احیا اور مسلک اہلحدیث کی حفاظت۔ اس موضوع پر وہ تاحیات لؤلؤ لالہ بکھیرتے رہے۔ چند سال پیشتر ہمارے علاقے کے چند نوجوانوں نے مسلک اہلحدیث سے متاثر ہو کر اہلحدیث مسلک کو اختیار کر لیا لیکن اس سلسلے میں انہیں کچھ اشکال تھے میرے عزیز دوست شمشاد احمد صدیقی نے مجھ سے بات کی میں نے مولانا اشرف سلیم صاحب کو خط لکھا کہ وہ تشریف لائیں اور ان نوجوانوں کی رہنمائی کریں مولانا مرحوم نے ازراہ کرم میری دعوت کو شرف قبولیت بخشا اور وہ فیصل آباد تشریف لائے۔ شمشاد صدیقی کے گھر نماز عشاء کے بعد سے رات دو بجے تک مجلس رہی۔ انہوں نے ان نوجوانوں کے سوالات کے نہایت مدلل جواب دیئے۔ اور مسلک اہلحدیث کی حقانیت کو اجاگر کیا۔ اس سے وہ نوجوان نہایت متاثر ہوئے اور انہوں نے مسلک اہلحدیث ''عمل بالحدیث'' کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اسی طرح ایک بار میرے ایک دوست کو رضا خانی گردہ کے افراد نے کچھ سوالات لکھ کر دیئے۔ ہم نے مختلف علماء سے رابطہ کیا لیکن بات نہ بن سکی۔ پھر ہم نے مولانا اشرف سلیم صاحب کو خط لکھا اور ساتھ ہی وہ سوالات بھی بھیج دیئے۔ چند روز بعد ہی مولانا صاحب کی طرف سے جواب موصول ہوا اور انہوں نے بڑے احسن پیرائے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سوالات کے جامع جواب لکھے۔ جب وہ جواب رضا خانی احباب کو دکھایا تو وہ خاموش ہو گئے۔ بلا شبہ مولانا مرحوم اونچے مقام و مرتبہ کے صاحب فضل وکمال عالم دین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کو علم وعمل کے اوصاف گوناگوں سے نوازا تھا۔ میں ان کے انہی اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر ان کے حلقہ ادارت میں شامل تھا۔ وہ بھی میرے ساتھ انتہائی محبت ومروت اور خلوص سے پیش آتے۔ ایک بار مرید کے کے سالانہ اجتماع میں نماز فجر کے بعد ملے خیر وعافیت کے تبادلے کے بعد اپنی قیام گاہ میں لے گئے اور دوسرے علماء سے تعارف کروایا، پھر فرمانے لگے کہ آج جمعرات ہے نماز ظہر کے بعد جامع القدس چوک دالگراں میں حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب کے ہاں ''مذاکرہ علمیہ'' ہو گیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ لہذا راقم ان کے ساتھ لاہور آیا انہوں نے حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کروائی اور ان سے بڑے اچھے طریقے سے تعارف کروایا۔ اسی مجلس میں مجھے مولانا محمد یحییٰ گوندلوی حفظہ اللہ اور مولانا عبدالرشید جہلمی سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولانا مرحوم عام طور پر مجھے ''سلف صالحین'' کہہ کر پکارا کرتے تھے کسی دوست کو خط لکھتے تو مجھے بھی سلام لکھتے۔ ایک بار ایک دوست کو خط لکھا تو اس میں میرے متعلق یہ الفاظ تحریر کیئے:

برادرم محمد رمضان سلفی کو رب العالمین رمضان کے علاوہ باقی گیارہ ماہ میں بھی سلف صالحین کے نقش قدم پر بدرجہ اتم چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ مولانا مرحوم سے آخری ملاقات رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ہوئی تھی اس کے بعد وہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے سعودی عرب چلے گئے واپسی پر انہوں نے فون کیا اور مخلصانہ دعاؤں سے نوازا۔ وہ ہر دل عزیز شخصیت تھے جہاں بھی جاتے اپنے علم وفضل اور اخلاق وکردار سے لوگوں سے متاثر کر کے اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ اب آیئے ان کے ابتدائی حالات کی طرف۔ اس سلسلے میں نامور اہل قلم پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف ''تذکرہ علمائے اہلحدیث'' سے

کچھ باتیں مستعار لی جاتی ہیں۔ کچھ معلومات مولانا محمد حسین شیخوپوری کی سوانح ''والدی و مشفقی'' اور ''میزان مناظرہ'' سے ماخوذ ہے۔ مولانا اشرف سلیم 21 رمضان المبارک 1364 مطابق 30 اگست 1945 بروز جمعۃ المبارک موضع بھدوڑ ریاست پٹیالہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد اسماعیل خاں ہے جو اپنے علاقے کے چوہدری اور بااثر سماجی و سیاسی شخصیت تھے۔ مسلک کے اعتبار سے پکے حنفی بریلوی تھے۔ پیر بغداد کی گیارہویں کا ختم باقاعدگی سے دلاتے۔ 1947 میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہ بزرگ اپنے خاندان اور اہل خانہ کو لیکر پاکستان آ گئے اور انہوں نے ضلع گوجرانوالہ کے نواح میں قلعہ دیدار سنگھ میں سکونت اختیار کی۔ اس دور میں قلعہ دیدار سنگھ میں دیوبندی حنفی خاصے سرگرم تھے۔ ان کے خطیب مولانا قاضی نور محمد، خطبات جمعہ اور دروس میں مسئلہ توحید کو کھل کر بیان کرتے اس سے متاثر ہو کر قصبے کے بہت سے لوگ حنفیت کی طرف مائل ہوگئے۔ مولانا محمد اشرف سلیم مرحوم کے والد چوہدری محمد اسماعیل خاں بھی گاؤں کے دوسرے چوہدریوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مرکزی جامع مسجد حنفی میں جایا کرتے۔ خطبہ جمعہ میں جو مسائل بیان ہوتے چوہدری اسماعیل گھر آ کر انہیں بیان کرتے اور علمائے دیوبند کی تعریفوں کے پل باندھتے رہتے۔ ان کے صاحبزادہ گرامی قدر محمد اشرف اس وقت چھٹی جماعت کے طالب علم تھے۔ ان پر بھی حنفیت کا رنگ غالب آ چکا تھا وہ بھی باپ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ اسکول میں وہ اپنے ہم جماعت لڑکوں سے مذہبی مسائل پر جھگڑتے رہتے اور ان سے خوب بحث و مباحثہ کرتے۔ اس زمانے میں اس قصبے میں دو اہلحدیث علماء مولانا معراج الدین اور مولانا چراغ الدین نور پوری بھی قیام پذیر تھے۔ ان دونوں کی مین بازار میں ہارڈ ویئر کی مشترکہ دوکان تھی۔ یہ دوکان کاروباری اعتبار سے تو اتنی مشہور نہ تھی البتہ متنازعہ مسائل پر بحث و مباحثہ میں اس کا خاصہ شہرہ تھا۔ سارا دن لوگ اس دوکان میں بیٹھ کر مختلف مسائل پر گفتگو کرتے اور سنتے۔ مولانا اشرف سلیم بھی کیونکہ اسی طرح کی مجالس میں دلچسپی رکھتے تھے اور انہیں متنازعہ مسائل سے شغف تھا لہٰذا وہ بھی سکول کے علاوہ فارغ ٹائم میں اس دوکان پر آ کر بیٹھ جاتے اور مولانا چراغ دین اور مولانا معراج الدین کی مناظرانہ گفتگو سے مستفید ہوتے۔ مولانا چراغ دین سے ان کے قریبی مراسم قائم ہو گئے تھے جب انہوں نے قلعہ دیدار سنگھ کے ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تو مولانا چراغ دین مرحوم نے بڑے اسرار اور کوشش کے ساتھ مولانا محمد اشرف سلیم صاحب کو جامعہ سلفیہ میں داخل کروایا۔ جامعہ سلفیہ اس وقت اپنے تعلیمی سفر کے ابتدائی مراحل میں تھا اس کے باوجود یہاں کا ماحول اور تعلیمی معیار بہت بلند تھا۔ حافظ محمد گوندلوی مسند حدیث پر جلوہ افروز تھے جبکہ دیگر بہت سے لائق اساتذہ طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں سرگرم عمل تھے۔ مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمۃ اللہ علیہ ناظم جامعہ تھے جو جامعہ سلفیہ کی تعمیر و ترقی میں ہمہ وقت کوشاں اور مستعد رہتے تھے۔ مولانا محمد اشرف سلیم تین سال جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم رہنے کے باوجود عمل بالحدیث کی طرف راغب نہ ہو سکے وہ پکے مقلد اور متعصب حنفی تھے۔ اکثر جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے بحث و تکرار کرتے رہتے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ درجہ علیا میں حافظ محمد گوندلوی سے اسباق پڑھنے والے ان کے دو ست طلباء مولانا بشیر احمد رحیم یار خاں، مولانا محمد ...د سندھی، مولانا مسرت جاوید سرگودھا، اور مولانا فاروق احمد صاحب ان کے پاس آئے اور کہنے لگے تم ہر وقت مسلک اہلحدیث اور علمائے اہلحدیث کو کوستے رہتے ہو ہمارے ساتھ کل منڈا پنڈ چلو وہاں سالانہ اہلحدیث کانفرنس ہو رہی ہے تم علمائے اہلحدیث کی تقاریر سنو گے تو تمہارے دل میں علمائے اہلحدیث سے متعلق جو شکوک و شبہات ہیں وہ سب دور ہو جائیں گے۔ ان دوستوں کی پرخلوص دعوت پر اگلے روز مولانا اشرف منڈا پنڈ گئے انہوں نے رات کو مولانا محمد حسین شیخوپوری حفظہ اللہ اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سنا تو ان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ تقلید شخصی کا پھندہ جو کئی برس سے انہیں اذیت دے رہا تھا سے اتار پھینکا اور اتباع سنت کو اختیار کر لیا۔ اسی رات صبح کو نماز فجر میں انہوں نے رفع الیدین کی اور آمین بالجہر کہہ کر اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس واقعہ سے متعلق مولانا اشرف سلیمؒ کے بیان کردہ الفاظ مولانا عطاء الرحمٰن شیخوپوری کی کتاب ''والدی مشفقی'' کے صفحہ نمبر ۴۵ پر یوں مرقوم ہیں:

اللہ کے فضل و کرم سے حضرت شیخ القرآن (مولانا محمد حسین شیخوپوری) جب اپنے مخصوص انداز مین قرآن کریم کی آیات پڑھتے تو لوگوں کا پورا مجمع عش عش کر اٹھتا اور بے ساختہ اپنی زبانوں سے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتا یہ تقریر کا سلسلہ تقریبا ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا بس پھر کیا تھا خطیب پاکستان کی اس ایک پہلی تاریخی تقریر نے میرے دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا اور میں نے اس وقت دل و جان سے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا۔

مولانا اشرف سلیم ذہین طباع طالب علم تھے جامعہ سلفیہ میں زیر تعلیم رہ کر انہوں نے خوب ستفادہ کیا۔ فارغ اوقات میں وہ مشہور شیعہ عالم

ں لوجروی (یہ پہلے حنفی دیوبندی تھے ۔مسلک میں چلے گئے) کے ہاں چلے جاتے دران سے استفادہ کرتے۔ بریلوی مکتب فکر کے مشہور عالم مولوی سردار احمد کی مجلس میں بھی حاضر ہوتے اور ان کے عقائد و نظریات سے متعلق معلومات لیتے اسی طرح دیوبندی علماء سے بھی انہوں نے مراسم قائم کر رکھے تھے۔ وہ ان سب سے ان کے مسلک کے متعلق سوالات کرتے اور اپنی علمی تشنگی کا سامان بہم پہنچاتے۔ جامعہ سلفیہ میں دوران تعلیم ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد تشریف لائے، مولانا اشرف ان سے ملے اور کچھ سوالات ان سے کئے۔ حضرت حافظ صاحب نے ان کے سوالوں کے جواب دیئے۔ اب حافظ اسماعیل صاحب نے ان سے کچھ علمی نوعیت کی باتیں پوچھیں جن کا مولانا اشرف صاحب نے مسکت جواب دیا۔ حافظ اسماعیل صاحب ان کی ذہانت اور علمی استعداد سے متاثر ہوئے اور انہیں (جامعہ اہلحدیث، چوک دالگراں لاہور) میں آنے کی دعوت دی اور بقیہ دینی تعلیم بھی وہیں حاصل کرنے کی پیش کش کی۔ اب مولانا سلیم صاحب جب سالانہ امتحانات سے فارغ ہوئے تو انہوں نے جامعہ سلفیہ کو خیر باد کہا اور جامعہ اہلحدیث لاہور میں داخلہ لے لیا۔ وہاں انہوں نے حضرت حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی، اور حافظ محمد اسماعیل روپڑی کے آگے زانوئے تلمذ طے کئے اور سند فراغت حاصل کی۔

حضرت محدث روپڑی اور سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی تربیت نے انہیں دینی علوم وفنون اور مباحثہ مناظرہ میں یگانہ روزگار بنا دیا تھا۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد بھی وہ مختلف مکاتب فکر کے مدارس میں زیر تعلیم رہے۔ مولانا مرحوم نے جن دینی مدارس میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کی ان مدارس کے نام یہ ہیں۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور، مدرسہ مخزن العلوم خانپور، جامعہ اشرفیہ لاہور، دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی، جامعہ نظامیہ وزیر آباد، درس آل محمد فیصل آباد۔

ہمارے ممدوح مولانا سلیم نے اپنے دور کے چوٹی کے علماء سے استفادہ کیا تھا آپ کے اساتذہ میں مختلف مکاتب فکر کے اکابر علماء کے نام ملتے ہیں ان میں اہلحدیث بھی ہیں دیوبندی حنفی بھی، بریلوی بھی اور شیعہ بھی۔ ان کے اساتذہ کی فہرست یہ ہے۔

مولانا حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ عبدالقادر روپڑی لاہور، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا حافظ محمد عبداللہ کلسوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا محمد ادریس کاندھوی، مولانا محمد رسول خاں، مولانا غلام اللہ خاں، مولانا لال حسین اختر، مولانا نور الحسن شاہ بخاری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولوی سردار احمد بریلوی فیصل آباد، مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد اسماعیل شیعہ۔

مولانا مرحوم نے تحصیل علم کے بعد وعظ و تقریر، تحریر اور مناظرہ کے ذریعے دعوت دین کا کام بڑی سرگرمی اور خلوص سے کیا۔ آپ زبردست خطیب اور فصیح اللسان واعظ تھے۔ قرآن و سنت سے بڑا مربوط وعظ کہتے۔ دوران تقریر قرآنی آیات اور احادیث نبویہؐ کثرت سے پڑھتے۔ موقعہ کی مناسبت سے عربی، اردو، فارسی، اور پنجابی اشعار پڑھکر اپنی تقریر کو اور بھی دلکش بنا لیتے۔ سیرت طیبہ کے پرسوز واقعات بیان کر کے خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ آپ مختلف اوقات میں گوجرانوالہ، فیصل آباد، رحیم یار خان، ڈسکہ میں خطیب رہے۔ ان کی سحر انگیز اور موثر خطابت سے متاثر ہو کر سینکڑوں لوگوں نے اپنے عقائد باطلہ کی اصلاح کی اور توحید و سنت کی راہ اختیار کرتے ہوئے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔ اس کے علاوہ مولانا مرحوم کی تبلیغی مساعی سے دو سو کے قریب عیسائی خاندان مشرف باسلام ہوئے یہ بہت بڑی سعادت ہے جوان کے حصے میں آئی۔ اللہ تعالی اس کا اجر عظیم ضرور ان کو عطا فرمائے گا ان شاء اللہ۔

مولانا اشرف سلیم ذہین وفطین عالم دین تھے ان کا مطالعہ وسیع تھا اور آپ متحضر فی العلوم تھے۔ فن مناظرہ کے شہسوار اور اس کے رموز و اوقاف سے پوری طرح آگاہ تھے۔ میدان مناظرہ میں انہوں نے اپنی حاضر جوابی اور علمی لیاقت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور ایک کامیاب مناظر کی صورت میں بیسیوں فتوحات حاصل کیں۔ آپ مخالف مناظر کو آڑھے ہاتھوں لیتے تھے ان کی علمی گرفت اس قدر مضبوط اور دلائل بڑے وزنی ہوتے تھے جس سے مخالف لاجواب ہو جاتا اور اسے راہ فرار اختیار کرنا پڑتی۔ مولانا مرحوم کی میدان مناظرہ میں شہرت علمی کا چرچا اس وقت ہوا تھا جب آپ نے 21 جون 1976 کو مرکزی جامع مسجد حنفیہ دیوبندیہ چھاؤنی کوئٹہ میں حنفی مناظر مولوی سید عبدالستار شاہ فاضل دیوبند کو مسئلہ تراویح میں شکست فاش دی اور یہ ثابت کیا کہ مسنون تراویح فقط آٹھ رکعت ہے۔ اس مناظرے میں مولانا مرحوم نے اپنے موقف کی تائید میں حدیث سے اتنے دلائل دیئے کہ حنفی مولوی جواب نہ دے سکا ۔۔۔ مناظرے میں اہلحدیث کی کامیابی ۔۔ شہ ۔۔

جماعت اہلحدیث کی نیک نامی کا باعث بنی یہ بھی یاد رہے کہ اس مناظرے میں اہلحدیث کی طرف سے صدر مناظر حضرت مولانا حافظ محمد ادریس فاروقی سوہدروی تھے جو ان دنوں کوئٹہ کی مرکزی جامع مسجد اہلحدیث میں خطیب تھے۔

مولانا اشرف سلیم تحریرو نگارش کا بھی عمدہ ذوق اور سلیقہ رکھتے تھے۔ ان کے مرتب کردہ اشتہارات 100 سے اوپر ہیں ان میں مختلف مسائل کو قرآن وسنت کے دلائل سے مزین کیا گیا ہے وطن عزیز میں اہلحدیث مساجد میں ان کے اشتہار آویزاں نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیفات اشرفیہ کو بھی عوام اور علماء میں پذیرائی حاصل ہے۔ ان کی تحریرفرمودہ کتابوں کے نام یہ ہیں:

جواہر المبلغین، اصحاب مصطفیٰ، برہان الواعظین، خطبات سیرت النبی ۲ جلد، قطوبی للخطباء، کسب حلال وکسب حرام، عرفان المقررین، بارہ عوامی تقریریں، اشرف المناظرین، میزان المتکلمین، اہلحدیث پاکٹ بک ۲ حصے، فضائل و مسائل رمضان المبارک، مسئلہ تراویح اور مناظرہ کوئٹہ، مقام مصطفیٰ ۲ حصے، فرضیت نماز، فرضیت فاتحہ، گلدستہ توحید منظوم، گلدستہ اشرفیہ منظوم، القول المسیح فی مسئلہ حیات مسیح۔

مولانا مرحوم کی زندگی حرکت وعمل کا مجموعہ تھی انہوں نے جماعت کی تعمیر وترقی کیلئے تن من دھن سے کام کیا۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی ﷺ میں بھی سرگرم رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ گلشن محمدی کا یہ بلبل ہزارداستان ۲۷ مئی کی صبح فجر سے قبل اس دنیا کو خیر باد کہہ کر فردوس کا راہی بنا۔ دعا ہے کہ اللہ جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

فحش گوئی اور بدزبانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ ایک بات اپنی زبان سے ایسی کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ہوتی ہے بندہ اس کو اہم نہیں جانتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اسی طرح بندہ ایک بات اپنی زبان سے ایسی نکالتا ہے جو اللہ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے اور وہ اس کو کوئی اہمیت انہیں دیتا حالانکہ وہی بات اسے جہنم میں لے جاتی ہے۔ گویا کہ جو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو بے لگام نہ ہونے دے۔ اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کو جہنم کی طرف لے جانے والی ہو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے تو لو پھر بولو۔ جب بھی کوئی شخص اپنی زبان کے استعمال میں بے پرواہ ہو جاتا ہے تو وہ بدزبانی اور فحش گوئی پر اتر آتا ہے نفاق کی علامت میں سے ایک علامت یہ بتائی جاتی ہے کہ جب وہ کسی سے جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور لڑائی کرنا کفر ہے اور بدزبانی اور فحش گوئی سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے اسی لئے اس کو فاسق کہا گیا ہے یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے والا کام جو انسان کو گندے خیالات کا مالک بناتا ہے جس کا قلب وضمیر بے حیا ہو جاتا ہے اس کا اظہار اس کی زبان سے بھی ہوتا ہے وہ دوسرے انسان کی تحقیر کرنے میں باک محسوس نہیں کرتا دوسروں کا مذاق اڑانا چغل خوری کرنا، فحش کلامی کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں زبان ایسی چیز ہے کہ اگر اس پر کنٹرول نہ رکھا جائے تو سب سے زیادہ گناہ شاید اسی سے سرزد ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے جبڑوں کے درمیان کی چیز کی (یعنی زبان کی) حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری) دراصل یہی وہ کمزور مقام ہے جہاں سے شیطان کو حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور گناہ اسی سے سرزد ہوتے ہیں۔ جبکہ زبان ہی کے ذریعے انسان گناہ کی طرف پیش قدمی کرتا ہے اور نہ صرف کہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اپنا نقصان بھی کرتا ہے۔ اور یہی چیز اس کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے۔ ابو داؤد میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن میزان میں (ترازو میں) رکھی جائے گی وہ آدمی کا حسن اخلاق ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے بغض رکھتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا ہے اور بدزبانی کرتا ہے قدرت کو زبان کی سخت پسند نہیں اس لئے اس میں ہڈی نہیں رکھی، بات چیت کا سلیقہ بہت بڑا فن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنے سے بچتے رہو کیونکہ جھوٹ بولنے کی عادت انسان کو برائی کے راستے پر ڈال دیتی ہے۔ زبان ایک ایسا درندہ ہے اگر اس کو ذرا سا آزاد کر دیا جائے تو کاٹ کے کھا جائے۔ (حافظ عبدالحفیظ محسن، جامعہ سلفیہ)